

## لِلظَّرِيرِينَ ﴿١﴾ قَالَ الْمَلَكُ مِنْ قَوْمِ فَرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا السِّحْرُ ۚ

اور سب دیکھنے والوں کے سامنے وہ چمک رہا تھا [۸۲] اس پر فرعون کی قوم کے سرداروں نے آپس میں کہا کہ ”یقیناً یہ شخص بڑا ماهر جادوگر ہے،“

[۸۲] یہ دو نتایاں حضرت موسیٰ کو اس امر کے ثبوت میں دی گئی تھیں کہ وہ اس کے نمائندے ہیں جو کائنات کا خالق اور فرمان روا ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے بھی ہم اشارہ کرچکے ہیں، پیغمبروں نے جب کبھی اپنے آپ کو فرستادہ رب العالمین کی حیثیت سے پیش کیا تو لوگوں نے ان سے بھی مطالبہ کیا کہ اگر تم واقعی رب العالمین کے نمائندے ہو تو تمہارے باتوں سے کوئی ایسا واقعہ ظہور میں آنا چاہیے جو قوانین فطرت کی عام روشنی سے ہٹا ہوا اور جس سے صاف ظاہر ہو رہا ہو کہ رب العالمین نے تمہاری صداقت غابت کرنے کے لیے اپنی برادر است مداخلت سے یہ واقعہ تھا کی کہ طور پر صادر کیا ہے۔ اسی مطالبہ کے جواب میں انبیاء نے وہ نتایاں دکھائی ہیں جن کو قرآن کی اصطلاح میں ”آیات“ اور مشکل میں کی اصطلاح میں ”مجہرات“ کہا جاتا ہے۔ ایسے نشانات یا مجہرات کو جو لوگ قوانین فطرت کے تحت صادر ہونے والے عام واقعات قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں وہ درحقیقت کتاب اللہ کو مانے اور نہ مانے کے درمیان ایک ایسا موقف اختیار کرتے ہیں جو کسی طرح معمول نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس لیے کہ قرآن جس جگہ صریح طور پر خارق عادت واقعہ کا ذکر کر رہا ہو وہاں سیاق و سبق کے بالکل خلاف ایک عادی واقعہ بنانے کی جدوجہد مجہض ایک بھومنی ختن سازی ہے جس کی ضرورت صرف ان لوگوں کو پیش آتی ہے جو ایک طرف تو کسی ایسی کتاب پر ایمان نہیں لانا چاہتے جو خارق عادت واقعات کا ذکر کرتی ہو اور دوسری طرف آبائی مذہب کے پیدائشی معتقد ہونے کی وجہ سے اس کتاب کا انکار بھی نہیں کرنا چاہتے جو فی الواقع خارق عادت واقعات کا ذکر کرتی ہے۔

مجہرات کے باب میں اصل فیصلہ کن سوال صرف یہ ہے کہ آیا اللہ تعالیٰ نظام کائنات کو ایک قانون پر چلا دینے کے بعد معطل ہو چکا ہے اور اب اس چلتے ہوئے نظام میں کبھی کسی موقع پر مداخلت نہیں کر سکتا؟ یا وہ باقاعدہ اپنی سلطنت کی زمام تدبیر و انتظام اپنے باتوں میں رکھتا ہے اور ہر آن اس کے احکام اس سلطنت میں نافذ ہوتے ہیں اور اس کو ہر وقت اختیار حاصل ہے کہ ایسا کی شکلوں اور واقعات کی عادی رفتار میں جزوئی طور پر یا کلی طور پر جیسا چاہے اور جب چاہے تغیر کر دے؟ جو لوگ اس سوال کے جواب میں پہلی بات کے قائل ہیں ان کے لیے مجہرات کو تسلیم کرنا غیر ممکن ہے، کیونکہ مجہرہ نہ ان کے تصور خدا سے میل کھاتا ہے اور نہ تصویر کائنات سے۔ لیکن ایسے لوگوں کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ قرآن کی تفسیر و تشریح کرنے کے بجائے اس کا صاف صاف انکار کر دیں۔ کیونکہ قرآن نے تو پاناز ور بیان ہی خدا کے مقدم الذکر تصویر کا ابطال اور مؤخر الذکر تصویر کا اثبات کرنے پر صرف کیا ہے۔ بخلاف اس کے جو شخص قرآن کے دلائل سے مطمئن ہو کر دوسرے تصویر کو قبول کرے اس کے لیے مجہرے کو سمجھنا اور تسلیم کرنا کچھ مشکل نہیں رہتا۔ ظاہر ہے کہ جب آپ کا عقیدہ یہ ہوگا کہ اثر دہی جس طرح پیدا ہوا کرتے ہیں اسی طرح وہ پیدا ہو سکتے ہیں، اس کے سوا کسی دوسرے ذہنگ پر کوئی اثر دا پیدا کر دینا خدا کی قدرت سے باہر ہے، تو آپ مجبوہ میں کہا یہ شخص کے بیان کو قطعی طور پر جھٹکا دیں جو آپ کو خبر دے رہا ہو کہ ایک لاٹھی اثر دہی میں تبدیل ہوئی اور پھر اثر دہی سے لاٹھی بن گئی۔ لیکن اس کے بر عکس اگر آپ کا عقیدہ یہ ہو کہ بے جان مادے میں خدا کے حکم سے زندگی پیدا ہوئی ہے اور خدا جس مادے کو جیسی چاہے زندگی عطا کر سکتا ہے، {آپ} کے لیے خدا کے حکم سے لاٹھی کا اثر دا بنتا اتنا ہی غیر عجیب واقعہ ہے جتنا اسی خدا کے حکم سے انتہے کے اندر بھرے ہوئے چند بے جان مادوں کا اثر دا بن جانا غیر عجیب ہے۔ مجہر دیفرق کے ایک واقعہ ہمیشہ پیش آتا رہتا ہے اور دوسرے واقعہ صرف تین مرتبہ پیش آیا، ایک کو غیر عجیب اور دوسرے کو عجیب بنادینے کے لیے کافی نہیں ہے۔

عَلَيْهِمْ لَا يُرِيدُونْ يَخْرُجُكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝  
قَالُوا أَرْجِهُ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَشِرِينَ لِيَاْتُوكُ  
بِكُلِّ سُعْدِ عَلَيْهِ ۝ وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّا  
لَأَجْرَأَنْ كُنَّا نَحْنُ الْغُلَمِينَ ۝ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنْ  
الْمُقْرَبِينَ ۝ قَالُوا يَمُوسَى إِنَّا أَنْ تُلْقِيَ وَإِنَّا أَنْ نَكُونَ نَحْنُ

تمہیں تمہاری زمین سے بے خل کرنا چاہتا ہے، اب کہو کیا کہتے ہو؟“ پھر ان سب نے فرعون کو مشورہ دیا کہ اسے اور اس کے بھائی کو انتظار میں رکھیے اور تمام شہروں میں ہر کارے بھیج دیجیے کہ ہر ماہر فن جادو گر کو آپ کے پاس لے آئیں [۸۸] چنانچہ جادو گر فرعون کے پاس آ گئے۔ انہوں نے کہا ”اگر ہم غالب رہے تو ہمیں اس کا صلہ تو ضرور ملے گا؟“ فرعون نے جواب دیا ”ہاں، اور تم مقرب بارگاہ ہو گے۔“ پھر انہوں نے موٹی سے کہا ”تم پھیلتے ہو یا ہم پھیلیں؟“

[۸۸] {اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام} نے صرف بیوت کا دعویٰ اور نبی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ ہی پیش کیا تھا اور کسی قسم کی سیاسی گفتگو سے بچھیتی ہی نہ تھی؟ {اس کے باوجود فرعون کے درباریوں کو سیاسی انقلاب کا خطرہ محسوس ہوا۔ اس کی وجہ} یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا دعاۓ نبوت اپنے اندر خود ہی یہ معنی رکھتا تھا کہ وہ دراصل پورے نظام زندگی کو بحیثیت مجموعی تبدیل کرنا چاہتے ہیں، جس میں لا محال ملک کا سیاسی نظام بھی شامل ہے۔ کسی شخص کا اپنے آپ کو رب العالمین کے نمائندے کی حیثیت سے پیش کرنا لازمی طور پر اس بات کو تضمیں ہے کہ وہ انسانوں سے اپنی کلی اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے، کیوں کہ رب العالمین کا نمائندہ کبھی مطیع اور رعیت بن کر رہے کے لیے نہیں آتا بلکہ مطاع اور رامی بخی کے لیے آیا کرتا ہے۔ اور کسی کافر کے حق حکمرانی کو تسلیم کر لینا اس کی حیثیت رسالت کے قطعاً منافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی زبان سے رسالت کا دعویٰ سنتے ہی فرعون اور اس کے اعیان سلطنت کے سامنے سیاسی و معماشی اور تبدیلی انقلاب کا خطرہ خودار ہو گیا۔ اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اگر اس شخص کی بات چلی تو اقتدار ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔

[۸۹] فرعونی درباریوں کے اس قول سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ذہن میں خدائی نشان اور جادو کے اتیازی فرق کا تصور بالکل واضح طور پر موجود تھا۔ وہ جانتے تھے کہ خدائی نشان سے حقیقی تحریک واقع ہوتا ہے اور جادو مخفی نظر اور نفس کو متاثر کر کے اشیاء میں ایک خاص طرح کا تغیر محسوس کرتا ہے۔ اسی بنا پر انہوں نے حضرت موسیٰ کے دعاۓ رسالت کو رد کرنے کے لیے کہا کہ یہ شخص جادو گر ہے، یعنی عصا حقیقت میں سانپ نہیں بن گیا کہ اسے خدائی نشان مانا جائے، بلکہ صرف ہمیں ایسا نظر آیا کہ وہ گویا سانپ تھا جیسا کہ ہر جادو گر کر لیتا ہے۔ پھر انہوں نے مشورہ دیا کہ تمام ملک کے ماہر جادو گروں کو بلا یا جائے اور ان کے ذریعہ سے لاخیوں اور رسیوں کو سانپوں میں تبدیل کر کے لوگوں کو دکھا دیا جائے تاکہ عالمہ الناس کے دلوں میں اس تنبیہ برانہ مجزے سے جو بیت بیٹھ گئی ہے وہ اگر بالکلیہ دور نہ ہو تو کم از کم شک ہی میں تبدیل ہو جائے۔

الْمُلْقَيْنَ ۝ قَالَ الْقُوَّا۝ فَلَمَّا أَلْقَوَا۝ سَحَرُوا۝ أَعْيُنَ النَّاسِ  
وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءَهُمْ سِحْرٌ عَظِيمٌ ۝ وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَىٰ أَنْ  
أَنْقِعَ عَصَابَى۝ فَإِذَا هِيَ تَنْقَفُ مَا يَأْتِ فِي كُوْنَ ۝ فَوْقَ الْحَقِّ وَبَطَلَ  
مَا كَانُوا۝ يَعْمَلُونَ ۝ فَغَلِبُوا۝ هُنَّا لَكَ وَأَنْقَلُبُوا۝ صِغَرِيْنَ ۝  
وَالْقِيَ الْسَّحَرَةُ سِجِّدَا۝ ۝ قَالُوا۝ أَمَّا بَرَّتِ الْعَلَمِيْنَ ۝  
رَبِّ مُوسَىٰ وَهَرُونَ ۝ قَالَ فَرَعَوْنُ أَمْنَثْمِ بِهِ قَبْلَ أَنْ

موسیٰ نے جواب دیا ”تم ہی پھینکو۔“ انہوں نے جوانے اپنے کھچر پھینکنے تو نگاہوں کو خوف زدہ کر دیا اور بڑا ہی زبردست جادو بنالا گئے۔ ہم نے موسیٰ کو اشارہ کیا کہ پھینک اپنا عصا۔ اس کا پھینکنا تھا کہ آن کی آن میں وہ ان کے اس جھوٹے طسم کو نگاتا چلا گیا۔<sup>[۹۰]</sup>

اس طرح جو حق تھا وہ حق ثابت ہوا اور جو کچھ انہوں نے بنا رکھا تھا وہ باطل ہو کر رہ گیا۔ فرعون اور اس کے ساتھی میدان مقابلہ میں مغلوب ہوئے اور (فتحِ مند ہونے کے بجائے) ائمہ ذلیل ہو گئے۔ اور جادوگروں کا حال یہ ہوا کہ گویا کسی چیز نے اندر سے انھیں سجدے میں گرا دیا۔ کہنے لگے ”ہم نے مان لیا رب العالمین کو، اُس رب کو جسے موسیٰ اور بارون مانتے ہیں۔“<sup>[۹۱]</sup>

فرعون نے کہا ”تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ

[۹۰] یہ گمان کرنا صحیح نہیں ہے کہ عصا ان لاثھیوں اور رسیوں کو نگل گیا جو جادوگروں نے پھینکنی تھیں اور سانپ اور اڑاڑہ بھی نظر آری تھیں۔ قرآن جو کچھ کہدا ہے وہ یہ ہے کہ عصا نے سانپ بن کر ان کے اُس طسم فریب کو نگنا شروع کر دیا جو انہوں نے تیار کیا تھا۔ اس کا صاف مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سانپ جدھر جدھر گیا وہاں سے جادو کا وہ اڑا کا فور ہوتا چلا گیا جس کی بدولت لاثھیاں اور رسیاں سانپوں کی طرح لہراتی نظر آتی تھیں، اور اس کی یہ ہی گردش میں جادوگروں کی ہر لاخی، لاخی اور ہر رسی، رسی بن کر رہ گئی۔

[۹۱] اس طرح اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کی چال کو انہا انہی پر پلٹ دیا۔ انہوں نے تمام ملک کے ماہر جادوگروں کو بلا کر منظرِ عام پر اس لیے مظاہرہ کرایا تھا کہ عوامِ الناس کو حضرت موسیٰ کے جادوگر ہونے کا یقین دلا دیں یا کم از کم شک ہی میں ڈال دیں، لیکن اس مقابلہ میں شکست کھانے کے بعد خود ان کے اپنے بلائے ہوئے ماہرین فن نے بالاتفاق فیصلہ کر دیا کہ حضرت موسیٰ ”جو چیز بیش کر رہے ہیں وہ ہرگز جادو نہیں ہے بلکہ یقیناً رب العالمین کی طاقت کا کرشمہ ہے جس کے آگے کسی جادو کا زور نہیں چل سکتا۔ ظاہر ہے کہ جادو کو خود جادوگروں سے بڑھ کر اور کون جان سکتا تھا۔ پس جب انہوں نے عملی تحریکے اور آزمائش کے بعد شہادت دے دی کہ یہ چیز جادو نہیں ہے، تو پھر فرعون اور اس کے درباریوں کے لیے باشندگان ملک کو یہ یقین دلانا بالکل ناممکن ہو گیا کہ موسیٰ ”محض ایک جادوگر ہے۔“

اَذْنَ لَكُمْ اِنَّ هَذَا الْمَكْرُ مَكْرُوتُهُ فِي الْمَدِينَةِ لِتُخْرِجُوا  
مِنْهَا اَهْلَهَا حَفْسَوْقَ تَعْلَمُونَ ۝ لَا قَطْعَنَ اَيْدِيْكُمْ وَأَرْجُلُكُمْ  
مِنْ خِلَافِ ثُمَّ لَا صِبَّتُكُمْ جَمَعِينَ ۝ قَاتُلُوا اِنَّا اِلَى رَبِّنَا  
مُنْقَلِبُونَ ۝ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا اِلَّا اَنْ اَمْنَى بِاِيمَانِ رَبِّنَا لَمَّا  
جَاءَنَا رَبِّنَا اَفْرَغْ عَلَيْنَا صَبَرَّا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ ۝ وَقَالَ  
الْمَلَائِكَ مِنْ قَوْمِ قَرْعَوْنَ اَتَدْرِيْ رَمُوسِيْ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُ وَاِنِّي  
اِلْأَرْضُ وَيَدِرَكَ وَالْهَتَكَ ۝ قَالَ سَنَقِيلُ اَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِ

میں تمہیں اجازت دو؟ یقیناً یہ کوئی خفیہ سازش تھی جو تم لوگوں نے اس دارالسلطنت میں کی تاکہ اس کے مالکوں کو اقتدار سے بے خل کر دو۔ اچھا تو اس کا نتیجہ اب تمہیں معلوم ہوا جاتا ہے۔ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مختلف سماں سے کٹا دوں گا اور اس کے بعد تم سب کو سولی پر چڑھاؤں گا۔ انہوں نے جواب دیا ”بہر حال ہمیں پلٹنا اپنے رب ہی کی طرف ہے تو جس بات پر ہم سے انتقام لینا چاہتا ہے وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارے رب کی نشانیاں جب ہمارے سامنے آگئیں تو ہم نے انھیں مان لیا۔ اے رب! ہم پر صبر کا فیضان کرو ہمیں دنیا سے اٹھا تو اس حال میں کہ ہم تیرے فرمائیں بردار ہوں“ [۹۲]

فرعون سے اُس کی قوم کے سرداروں نے کہا ”کیا تو موی اور اُس کی قوم کو یونہی چھوڑ دے گا کہ ملک میں فساد پھیلا یہیں اور وہ تیری اور تیرے معبودوں کی بندگی چھوڑ بیٹھے؟“ فرعون نے جواب دیا ”میں اُن کے بیٹوں کو قتل کراؤں گا اور

[۹۲] فرعون نے پانسہ پلٹتے دیکھ کر آخری چال یہ چل تھی کہ اس سارے معاملہ کو موی اور جادوگروں کی سازش قرار دے دے اور پھر جادوگروں کو جسمانی عذاب اور قتل کی حکمی دے کر ان سے اپنے اس الزام کا اقبال کرالے۔ لیکن یہ چال بھی اٹھی پڑی۔ جادوگروں نے اپنے آپ کو ہر سزا کے لیے بیش کر کے ثابت کر دیا کہ اُن کا موی اعلیٰ السلام کی صداقت پر ایمان لانا کسی سازش کا نہیں بلکہ بچ اعتراف حق کا نتیجہ تھا۔

اس مقام پر یہ بات بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ چند جوں کے اندر ایمان نے ان جادوگروں کی سیرت میں کتنا بڑا انقلاب پیدا کر دیا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے انہی جادوگروں کی دنایت کا یہ حال تھا کہ اپنے دین آبائی کی نصرت و حمایت کے لیے گھروں سے چل کر آئے تھے اور فرعون سے پوچھ رہے تھے کہ اگر ہم نے اپنے نہب کو موی کے حملہ سے بچایا تو سر کار سے ہمیں انعام تو ملے گا نا؟ یا اب جو نعمت ایمان نصیب ہوئی تو انہی کی حق پرستی اور اولو الحزی اس حد کو پہنچ گئی کہ تھوڑی دیر پہلے جس بادشاہ کے آگے لالج کے مارے بچھے جا رہے تھے اب اس کی کبریاں اور اس کے جہوت کوٹھو کرمارہ ہے میں اور ان بدترین سزاوں کو بھگتے کے لیے تیار ہیں جن کی حکمی وہ دے رہا ہے، مگر اس حق کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں جس کی صداقت ان پر کھل چکی ہے۔

نَسَاءَهُمْ هُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَهْرُونَ ﴿١﴾ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ  
أَسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ فَنُورُ رِبِّهَا  
مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٢﴾ قَالُوا  
أُوذِيْنَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جَعَلْنَا  
عَسْنِي رَبِّكُمْ أَنْ يَهْلِكَ عَدُوّكُمْ وَيَسْتَحْلِفُكُمْ فِي الْأَرْضِ  
فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿٣﴾ وَلَقَدْ أَخَذْنَا أَلَّا فِرْعَوْنَ  
بِالسَّنِينَ وَنَقْصٍ مِنَ الشَّرِّ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٤﴾  
فَإِذَا جَاءَهُمُ الْحَسَنَةُ قَاتُلُوا النَّاهِذَةَ هُمْ وَإِنْ تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ

آن کی عورتوں کو جیتا رہے دوں گا۔ [۹۲] ہمارے اقتدار کی گرفت ان پر مضبوط ہے۔“

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا ”اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو، زمین اللہ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنادیتا ہے،“ [۹۳] اور آخری کامیابی انہی کے لیے ہے جو اس سے ڈرتے ہوئے کام کریں۔“ اس کی قوم کے لوگوں نے کہا ”تیرے آنے سے پہلے بھی ہم ستائے جاتے تھے اور اب تیرے آنے پر بھی ستائے جا رہے ہیں۔“ اس نے جواب دیا ”قریب ہے وہ وقت کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو زمین میں خلیفہ بنائے، پھر دیکھ کر تم کیسے عمل کرتے ہوئے ہم نے فرعون کے لوگوں کوئی سال تک قحط اور پیداوار کی کمی میں بیٹا رکھا کہ شاید ان کو ہوش آئے۔ مگر ان کا حال یہ تھا کہ جب اچھا زمانہ آتا تو کہتے کہ ہم اسی کے سخت ہیں، اور جب برازمانہ آتا تو

[۹۳] واضح رہے کہ ایک دورستم و تھا جو حضرت موسیٰ کی پیدائش سے پہلے عجیس نبی کے زمانہ میں جاری ہوا تھا، اور دوسرا دورستم یہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد شروع ہوا۔ دونوں زمانوں میں یہ بات مشترک تھی کہ بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کر دیا گیا اور ان کی بیٹیوں کو جیتا چھوڑ دیا گیا۔ تاکہ بتدریج ان کی نسل کا خاتمه ہو جائے اور یہ قوم دوسری قوموں میں گم ہو کر رہ جائے۔ غالباً اسی دور کا ہے وہ کتبہ جو ۱۸۹۶ء میں قدیم مصری آثار کی کھدائی کے دوران میں ملا تھا اور جس میں یہی فرعون منفصال اپنے کارناموں اور فتوحات کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ ”اوہ اسرائیل کو مہا دیا گیا، اس کا کنج تک باقی نہیں۔“ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو المولی، آیت ۲۵)

[۹۳ اف] اس زمانے میں بعض لوگ اس آیت سے یہ فقرہ کہ ”زمین اللہ کی ہے“ نکال لیتے ہیں اور بعد کافقرہ چھوڑ دیتے ہیں کہ ”جس کو وہ چاہتا ہے اس کا وارث بنادیتا ہے۔“

يَطَّهِرُوا بِمُؤْسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ۝ أَلَا إِنَّمَا طَهِرُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ  
وَلِكُنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۝ وَقَالُوا مَهِمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ  
إِيمَانَةٍ لَنَسْحَرَنَا بِهَا لَا فِيمَا نَحْنُ لَكُمْ بِهُمْ مِنْبَينَ۝ فَأَرْسَلْنَا  
عَلَيْهِمُ الظُّفُوقَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالصَّفَادَعَ وَالدَّمَرَ  
أَيْتِ مُفْصَلَتِ قَنَ فَاسْتَكْبِرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُجْرِمِينَ۝ وَلَمَّا  
وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَمُوسَىٰ ادْعُ لِنَارَ رَبِّكَ بِمَا عَاهَدَ  
عِنْدَكَ۝ لَمَّا كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَ لَكَ وَلَنُرِسْكَنَ

موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو اپنے لیے فال بدھیراتے، حالانکہ درحقیقت ان کی فال بدتوالد کے پاس تھی، مگر ان میں سے اکثر بے علم تھے۔ انہوں نے موسیٰ سے کہا کہ ”تو ہمیں محور کرنے کے لیے خواہ کوئی نشانی لے آئے، ہم تو تیری بات مانے والے نہیں ہیں“، [۹۳] آخرا کارہم نے ان پر طوفان بھیجا، [۹۴] مذہبی دل چھوڑے، سرسریاں پھیلائیں، [۹۵] مینڈک نکالے، اور خون بر سایا۔ یہ سب نشانیاں الگ الگ کر کے دکھائیں، گروہ سرکشی کے چلے گئے اور وہ بڑے ہی مجرم لوگ تھے۔ جب کبھی ان پر بلانا زال ہو جاتی تو کہتے ”اے موسیٰ، تجھے اپنے رب کی طرف سے جو منصب حاصل ہے اس کی بنا پر ہمارے حق میں دعا کر، اگر اب کے تو ہم پر سے یہ بلاطلوادے تو ہم تیری بات مان لیں گے اور بنی اسرائیل کو

[۹۶] یہ انتہائی بہت دھرمی و تھن پروری تھی کہ فرعون کے اہل دربار اس چیز کو بھی جادو قرار دے رہے تھے جس کے متعلق وہ خود بھی بالیقین جانتے تھے کہ وہ جادو کا نتیجہ نہیں ہو سکتی۔ شاید کوئی بے وقوف آدمی بھی یہ باور نہ کرے گا کہ ایک پورے ملک میں قحط پڑ جانا اور زمین کی پیداوار میں مسلسل کمی واقع ہونا کسی جادو کا کرشمہ ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر قرآن مجید کہتا ہے کہ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ أَيْتُنَا مُبَصِّرَةً قَالُوا هَذَا  
بِسْرَرٌ مُبِينٌ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَقْنَتْهَا النَّفْسُهُمْ طَلْمَأْ وَعَلُوا (آل عمران، آیات ۱۲۳) یعنی ”جب ہماری نشانیاں علاویہ ان کی نگاہوں کے سامنے آئیں تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے، حالانکہ ان کے دل اندر سے قائل ہو چکے تھے، مگر انہوں نے محض ظلم اور سرکشی کی راہ سے ان کا انکار کیا۔“

[۹۷] غالباً بارش کا طوفان مراد ہے جس میں اولے بھی بر سے تھے۔ اگرچہ طوفان دوسری چیزوں کا بھی ہو سکتا ہے، لیکن باعث میں ڈال باری کے طوفان کا ہی ذکر ہے اس لیے تم اسی معنی میں ڈال باری کے طوفان کا ہی ذکر ہے اس لیے آتم اسی معنی میں ڈال باری ہے۔

[۹۸] اصل میں لفظ قُمَّل استعمال ہوا ہے جس کے کئی معنی ہیں۔ جوں، چھوٹی کمکھی، چھوٹی مذہبی، مچھری، سرسری وغیرہ۔ غالباً یہ جامع لفظ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ بیک وقت جوؤں اور مچھروں نے آدمیوں پر اور سرسریوں (گھن کے کیزوں) نے غله کے ذخیروں پر حملہ کیا ہوگا۔ (قابل کے لیے ملاحظہ ہو باعث میں کی کتاب خروج، باب ۷۷ تا ۷۸)

مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿١٣﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الِّرِّجْزَ إِلَى  
أَجَلِ هُمْ بِلِغْوَةٍ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ﴿١٤﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ  
فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ إِنَّهُ كَذَّابُوا إِنَّا وَكَانُوا عَنْهَا  
غَافِلِينَ ﴿١٥﴾ وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ  
مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا أَلَّا تَرَكُنَا فِيهَا وَتَهَمَّتْ كَلِمَتُ  
رَبِّكَ الْحُسْنَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا يَبْلَأْ صَبَرُوا وَدَمَرْنَا  
مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ﴿١٦﴾  
وَجَاءَوْرَنَا بِنِي إِسْرَائِيلَ الْبَعْرَفَاتُوا عَلَى قَوْمٍ يَعْكُفُونَ  
عَلَى آصْنَاءِ رَهْمٍ قَالُوا يَمْوَسَى اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ

تیرے ساتھ بچھج دیں گے،” مگر جب ہم ان پر سے اپنا عذاب ایک وقت مقرر تک کے لیے، جس کوہہ بہر حال پہنچنے والے تھے، ہٹالیتے تو وہ یا نکھلت اپنے عہد سے پھر جاتے۔ تب ہم نے ان سے انتقام لیا اور انہیں سمندر میں غرق کر دیا کیوں کہ انہوں نے ہماری شانیوں کو جھٹالایا تھا اور ان سے بے پرواہ ہو گئے تھے۔ اور ان کی جگہ ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور بنا کر رکھے گئے تھے، اس سر زمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنادیا جسے ہم نے برکتوں سے مالا مال کیا تھا۔<sup>[۹۷]</sup> اس طرح بنی اسرائیل کے حق میں تیرے رب کا وعدہ خیر پورا ہوا کیوں کہ انہوں نے صبر سے کام لیا تھا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کا وہ سب کچھ برپا کر دیا جو وہ بناتے اور چڑھاتے تھے۔

بنی اسرائیل کو ہم نے سمندر سے گزار دیا، پھر وہ چلے اور راستے میں ایک ایسی قوم پر ان کا گزر ہوا جو اپنے چند بتوں کی گرویدہ بنی ہوئی تھی۔ کہنے لگے، ”اے موئی! ہمارے لیے بھی کوئی ایسا معبد بنادے جیسے ان لوگوں کے معبود ہیں۔“<sup>[۹۸]</sup>

[۹۷] یعنی بنی اسرائیل کو فلسطین کی سر زمین کا وارث بنادیا۔ بعض لوگوں نے اس کا مفہوم یہ لیا ہے کہ بنی اسرائیل خود سر زمین مصر کے مالک بنادیے گئے۔ لیکن {یہ خیال صحیح نہیں ہے}۔ قرآن مجید پر مختلف مقامات پر فلسطین و شام ہی سر زمین کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں کہ ہم نے اس سر زمین میں برکتیں رکھی ہیں۔

[۹۸] بنی اسرائیل نے جس مقام سے بحر احمر کو عبور کیا وہ غالباً موجودہ سویز اور اسماعیلیہ کے درمیان کوئی مقام تھا۔ یہاں سے گزر کر یہ لوگ جزیرہ نماۓ بینا کے جنوبی علاقے کی طرف ساحل کے کنارے کنارے کنارے روشن ہوئے۔ اس زمانے میں جزیرہ نماۓ بینا کا مغربی اور شمالی حصہ مصر کی سلطنت میں شامل تھا۔ جنوب کے علاقے میں موجودہ شہر طور اور ابو زینہ کے درمیان تابنے اور فیروزے کی

۱۷۸۳ اَرْهَةٌ طَّقَالِ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ۚ اِنَّ هَؤُلَاءِ مُتَبَرِّمَاهُمْ  
 فِيهِ وَبِطْلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۚ قَالَ اَغْيِرَ اللَّهُ اَبْغِيْكُمْ  
 اِلَهًا وَهُوَ فَضْلُكُمْ عَلَى الْعَلَمِيْنَ ۚ وَادْأَنْجِينُكُمْ مِنْ اِلٰٓی  
 فِرْعَوْنَ يَسُودُ مُؤْنَکُمْ سُوءَ الْعَدَابِ ۖ يُقْتَلُونَ اَبْنَاءَ کُمْ  
 ۱۷۸۴ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَ کُمْ وَفِی ذَلِکُمْ بَلَاءٌ هُمْ رَیْکُمْ عَظِیْمٌ ۚ

موئی نے کہا ”تم لوگ بڑی نادافی کی باقیں کرتے ہو۔ یہ لوگ جس طریقہ کی پیروی کر رہے ہیں وہ تو بر باد ہونے والا ہے اور جو عمل وہ کر رہے ہیں وہ سراسر باطل ہے۔“ پھر موئی نے کہا ”کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور معبوود تمہارے لیے تلاش کروں؟ حالانکہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں دنیا بھر کی قوموں پر فضیلت بخشی ہے۔ اور (اللہ فرماتا ہے) وہ وقت یاد کرو جب ہم نے فرعون والوں سے تمہیں نجات دی، جن کا حال یقہا کہ تمہیں سخت عذاب میں بتار کھٹے تھے، تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہاری بڑی آزمائش تھی۔“ ۱۷۸۴

کا نیں تھیں جن سے اہل مصر بہت فائدہ اٹھاتے تھے اور ان کا نوں کی حفاظت کے لیے مصریوں نے چند مقامات پر چھاؤنیاں قائم کر کی تھیں۔ انہی چھاؤنیوں میں سے ایک چھاؤنی مفقہ کے مقام پر تھی جہاں مصریوں کا ایک بہت بڑا بست خانہ تھا جس کے آثار اب بھی جزیرہ نما کے جنوبی مغربی علاقہ میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے قریب ایک اور مقام بھی تھا جہاں قدیم زمانے سے سامی قوموں کی چاند پوی کا بست خانہ تھا۔ غالباً انہی مقامات میں سے کسی کے پاس سے گزرتے ہوئے بنی اسرائیل کو، جن پر مصریوں کی غلامی نے مصریت زدگی کا اچھا خاصاً گہرا اٹھپا لگ رکھا تھا، ایک مصنوعی خدا کی ضرورت محسوس ہوئی ہوگی۔

بنی اسرائیل کی ذہنیت کو اہل مصر کی غلامی نے جیسا کچھ بکاڑا دیا تھا اس کا اندازہ اس بات سے آسانی کیا جاسکتا ہے کہ مصر سے بھل آنے کے بعد حضرت موئیؑ کے خلیفہ اول حضرت یوحش بن نون اپنی آخری تقریر میں بنی اسرائیل کے مجمع عام سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”تم خداوند کا خوف رکھو اور نیک نیقی اور صداقت کے ساتھ اس کی پرستش کرو اور ان دیوتاؤں کو دور کر دو جن کی پرستش تمہارے بآپ دادا بڑے دریا کے پار اور مصر میں کرتے تھے اور خداوند کی پرستش کرو۔ اور اگر خداوند کی پرستش تم کو بری معلوم ہوئی ہو تو آج ہی تم اسے جس کی پرستش کرو گے چن لو اب رہتی میری اور میرے گھرانے کی بات سو ہم تو خداوند ہی کی پرستش کریں گے۔“ (یثوع ۱۳:۲۲-۱۵)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۳۰ سال تک حضرت یوحش کی تربیت و رہنمائی میں زندگی بسر کر لیئے کے بعد بھی یہ قوم اپنے اندر سے اُن اثرات کو نہ نکال سکی جو فراعنة مصر کی بندگی کے دور میں اس کی رگ رگ کے اندر اترنے تھے۔ پھر بھلا کیوں کر ممکن تھا کہ مصر سے نکلنے کے بعد فراعنه جو بت کہہ سامنے آ گیا تھا اس کو دیکھ کر ان بگڑے ہوئے مسلمانوں میں سے بہتوں کی پیشانیاں اس آستانے پر سمجھہ کرنے کے لیے بیتاب نہ ہو جاتیں جس پر وہ اپنے سابق آقاوں کو ماتھا رنگتے ہوئے دیکھے چکے تھے۔